علومِ حدیث

محمد حسین موہل☆

اسلام میں سند کی ضرورت و اَہمیت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس طرح اپنی آخری اور لاریب کتاب قرآنِ مجید کی حفاظت ونگہبانی کا قیامت تک کیلئے ذمہ اُٹھایا ہے اُسی طرح خالق کائنات نے اپنے آخری رسول سید الاوّلین والآخرین محمدﷺ کی اَحادیث وآثار کی حفاظت ونگہبانی کا بھی غیر معمولی بندوبست فرمایا ہے۔ اللہ جل شانہ نے لسانِ نبوت اور بارگاہِ رسالتﷺ سے نکلنے والے ارشادات وفرمودات کوکذب و اِفترا کی آلائشوں سے پاک وصاف رکھنے کیلئے کھرے اور کھوٹے کو جدا کرنے والا فرقۂ ناجیہ اور حدیثِ نبویﷺ کو اپنا اُوڑھنا بچھونا بنانے والا طائفہ منصورہ یعنی محدثین کرام رحمہم اللہ کو پیدا فرمایا، جنہوں نے محنتِ شاقہ، جانفشانی اور تندہی سے حفاظتِ حدیث کا ایک قابل فخر اور عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا کہ پوری دُنیا کی تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر و عاجز ہے۔ ان جہابذہ محدثین رحمہم اللہ نے اَحادیث وآثار کے ردّ وقبول کے ایسے معیار اور اُصول وضوابط وضع کئے جن سے اسلام دشمن عناصر اَپنے ناپاک عزائم میں ناکام ونامراد ہوئے۔

محدثین کرام رحمہم اللہ نے یہود ونصاریٰ اور دیگر دشمنانِ اسلام کی کاسہ لیسی کرنے والے منکرینِ حدیث کی دَسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں کا بروَقت نوٹس لے کر ان کی تمام تلبیسات کوطشت اَز بام کردیا جس سے اَحادیث وسنن میں شکوک وشبہات اور استخفاف و اِستحقار کے بیج بونے والوں کو بھی خفت اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

جان لیجئے! کہ علمِ حدیث اپنی قدر ومنزلت اور شرف ومرتبہ کے لحاظ سے انتہائی

☆ سابق متعلّم جامعہ لاہور الاسلامیہ

بابرکت، رفیع القدر اور اَشرف العلوم ہے۔ اس علم کی خوش قسمتی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ اس میں اِمام الانبیا والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ ومطہرہ، آپ ﷺ کے اقوال و اَفعال اور تقریرات کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

یاد رکھئے! روئے زمین پر بسنے والا کوئی بھی کلمہ گو مسلمان - خواہ عالم ہو یا جاہل، مجتہد ہو یا عامی، مفتی ہو یا مفسر، مفکر ہو یا دانشور- حدیثِ مصطفی ﷺ سے مستغنی و بے پروا نہیں ہوسکتا۔ چند بدعتی اور خواہش پرستوں کے علاوہ تمام مسلمانوں کا اجماعی و متفقہ عقیدہ ہے کہ دینِ اسلام میں حدیث حجتِ قطعیہ اور شرعی اَحکام کا دوسرا بڑا ماخذ و مصدر ہے۔ شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

دِينُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ (ﷺ) أَخْبَارٌ　　　نِعْمَ الْمَطِيَّةِ لِلْفَتَى الْآثَارُ

لَا تَرْغَبَنَّ عَنِ الْحَدِيثِ وَأَهْلِهِ　　　فَالرَّأْيُ لَيْلٌ وَالْحَدِيثُ نَهَارٌ

''اَحادیثِ مبارکہ ہی نبی کریم محمد ﷺ کا دین ہیں اور اَحادیث ہی انسان کی بہترین رفیق ہیں۔ تم حدیث نبوی ﷺ اور اہل الحدیث رحمہم اللہ سے اِعراض مت کرو، کیونکہ رائے و قیاس اندھیری رات ہیں اور حدیث روشن دِن ہے۔''

محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک حدیث دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے: ① سند ② متن

اہل علم و تحقیق جانتے ہیں کہ حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا بہت حد تک اِنحصار صحتِ سند پر ہے اور سند ہی کی مدد سے کسی حدیث کے موصول، منقطع، مرسل، مقطوع، مُعضل اور معلق وغیرہ ہونے کا پتہ لگتا ہے۔

سند سے مراد اور اس کی اہمیت

لغت میں سند کے کئی معانی بیان کئے گئے ہیں جن میں زمین پر اُبھری ہوئی چیز، پہاڑ کی چوٹی، سہارا اور ٹیک وغیرہ ہیں۔

اصطلاح میں سند سے مراد 'متن حدیث تک پہنچنے کا طریقہ' ہے یعنی رجال و رواۃ کا وہ سلسلہ جو متنِ حدیث تک پہنچائے، سند کہلاتا ہے۔ اسناد اور سند دونوں ایک دوسرے کے مترادف شمار ہوتے ہیں۔

سند یا اِسناد اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خصائص اور امتیازات میں سے ہے کیونکہ سابقہ اُمتوں میں سے کسی نے بھی اپنے نبی کے آثار کو محفوظ رکھنے کیلئے سند کا اہتمام نہیں کیا۔ یہ اعزاز اور شرف صرف اُمتِ محمدیہ ہی کو حاصل ہے۔

❁ امام ابن حزم الاندلسی رحمہ اللہ متوفی ۴۵۶ھ فرماتے ہیں:

''ثقہ راوی کا اپنے اُوپر والے ثقہ راوی سے حدیثِ نبوی ﷺ کو اس طرح روایت کرنا کہ کڑی سے کڑی جڑی ہو یعنی درمیان میں اِنقطاع واقع نہ ہو، یہ وہ نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے صرف اُمتِ محمدیہ کو نوازا ہے جبکہ یہود و نصاریٰ اپنے انبیائے کرام علیہم السلام سے ایک روایت یا واقعہ بھی باسند پیش نہیں کرسکتے، بلکہ ان کے بیان کردہ واقعات اور روایات میں شدید انقطاع اور ارسال پایا جاتا ہے۔''[1]

❁ امام ابن صلاح رحمہ اللہ متوفی ۶۴۳ھ لکھتے ہیں:

أصل الإسناد أوّلا خَصِيصةٌ فَاضِلةٌ من خَصَائصِ هٰذه الأمّةِ وسنّةٌ بالِغةٌ مِن السُّنَن المؤكّدة.[2]

''اسناد اس اُمت کے خصائص میں سے ایک فضیلت والی خصوصیت ہے اور سنن موکدہ میں سے ایک بلیغ سنت ہے۔''

❁ اِمام اَبو بکر محمد بن اَحمد رحمہ اللہ متوفی ۴۸۹ھ فرماتے ہیں:

بلغني أنَّ الله خصّ هٰذه الأمّة بثلاثة أشياء، لم يعطها من قبلها: الإسناد والأنساب والإعراب.[3]

''اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کو تین ایسی چیزیں عطا کی ہیں جو اس سے پہلے کسی اُمت کو نہیں دی گئیں: ① اِسناد ② اَنساب ③ اِعراب۔''

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ متوفی ۷۲۸ھ فرماتے ہیں:

الإسنَادُ من خَصائصِ هذهِ الأمّةِ، وهُو مِن خصَائصِ الإسلامِ، ثُمّ هو

---

[1] الفصل في الملل والأهواء والنِّحل: ۱/ ۳۳۶، تدريب الرّاوي: ۱/ ۱۶۰، المواهب اللدنيّة: ۷/ ۴۷۵.

[2] معرفة أنواع علوم الحديث: ۳۶۳.

[3] شرف أصحاب الحديث: ص۸۴، إسناده صحيح بتحقيق عمرو عبد المنعم سليم، الأجوبة الفاضلة: ص۲۵، قواعد التّحديث: ص۲۰۱.

في الإسلام من خَصائِص أَهلِ السّنةِ، والرّافضةُ من أقلّ الناسِ عِنايةً إذا كانوا لا يُصدّقون إلا بِما يُوافقُ أهْواءَهمْ.[1]

''سند دینِ اسلام اور اُمتِ محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے، پھر اسلام میں یہ اہل السنۃ کے ممیّزات میں سے ہے، جبکہ رافضی اس کا سب سے کم اہتمام کرتے ہیں کیونکہ وہ صرف اُن روایات کو مانتے ہیں جو ان کی نفسانی خواہشات کے مطابق ہوتی ہیں۔''

'سند' قرآن کریم کی نظر میں:

① اللہ عز و جل کا اِرشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوآ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوآ اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴾ [الحجرات:٦]

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔''

❁ اُستادِ محترم حافظ عبد المنان نور پوری حفظہ اللہ اس آیتِ کریمہ کے تحت محدثین کی شرائط پر منکرینِ حدیث کے اِعتراض کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''محدثین پر یہ اِعتراض قابلِ اعتبار نہیں، کیونکہ اُنہوں نے یہ اُصول قرآن مجید سے لئے ہیں، قرآن مجید میں ہے: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوآ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا ﴾ ''اے ایماندارو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تم اسکی تحقیق کر لیا کرو۔'' اگر عادِل ہو تو تحقیق کی ضرورت نہیں، ① یہاں سے 'عدل' کی شرط لی جبکہ ② 'ضبط' کی شرط ﴿ جَآءَكُمْ ... بِنَبَاٍ ﴾ سے لی ہے کیونکہ جب یاد ہوگی تو ہی لائے گا، جس کا حافظہ خراب ہوگا وہ کیسے خبر لائے گا۔ ③ 'اتصالِ سند' کی شرط ﴿ جَآءَكُمْ ﴾ سے لی ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان اتصالِ سند ہے۔ ④ 'عدمِ نکارت' اور ⑤ 'عدمِ شذوذ' کی شرط ﴿ فَتَبَيَّنُوْا ﴾ سے لی ہے کہ وہ کہیں خلافِ واقعہ تو نہیں۔

محدثین نے تحقیق کیلئے اپنی شرائط قرآنِ کریم سے ہی اَخذ کی ہیں وہ چوتھی صدی ہجری

[1] منهاج السّنة : ۴/ ۱۱.

تک اسی طریقے کے تحت تحقیق کرتے رہے، اب اگر کوئی آدمی اپنی طرف سے سند کا طریقہ جاری کرے گا تو دُرست نہ ہوگا کیونکہ اَب تو کتابوں میں اَسانید موجود ہیں۔'' [۱]

* محدث العصر مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''محدثین عظام نے صحت ِحدیث کیلئے جو پانچ شرطیں لگائی ہیں تو انہوں نے قرآن مجید کی اس آیت کو اس کا منبع اور ماخذ قرار دیا ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴾ ''اگر کوئی فاسق خبر دے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو۔'' سے یہ مطلب صاف اَخذ کیا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی عادل شخص کسی واقعہ کی خبر دے تو اس کی تحقیق وجستجو کی چنداں ضرورت نہیں، اس پر عمل پیرا ہونا فرض ہوجاتا ہے۔ یہاں سے یہ اُصول ماخوذ ہے کہ راوی کا عادل ہونا ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ سلسلۂ روایت میں اِنقطاع نہ ہونا، بلکہ اس کا متصل ہونا لازمی ہے کیونکہ اگر روایت میں اِنقطاع ہو تو نہیں معلوم ہوسکتا کہ گرا ہوا راوی عادل ہے یا فاسق؟ اس لئے سند کا متصل ہونا صحت ِحدیث کیلئے ضروری قرار دیا گیا ہے اور تمام راویوں کا وصف ِعدل سے متصف ہونا بھی لازمی ہے۔ اس بیان سے یہ صاف اور واضح ہوگیا کہ محدثین نے صحت حدیث کیلئے مذکورہ بالا جو شرائط لازمی قرار دی ہیں ان کا ماخذ ومنبع قرآن مجید ہے۔'' [۲]

② اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ [الطّلاق: ۲]

''اور اَپنوں میں سے دو صاحب ِعدل آدمی گواہ بنالو۔''

اس آیت ِکریمہ کے تحت غازی عزیر مبارکپوری حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اگرچہ شہادت و روایت میں کئی وجوہ سے فرق پایا جاتا ہے، لیکن کئی اعتبار سے ان دونوں میں مشابہت ومماثلت بھی ہے، لہٰذا جس طرح گواہ کیلئے عادل اور قابل اعتماد ہونا ضروری ہے اسی طرح راوی کا بنیادی وصف بھی سیرت کی پاکیزگی، حافظہ اور عدالت ہے۔'' [۳]

③ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مشرکین کا ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأحقاف: ۴]

---

[۱] مرآۃ البخاري: ص۴۹۔ [۲] درسِ صحیح البخاري: ص۵۲، مرتبہ منیر اَحمد سلفی۔
[۳] فتنۂ انکارِ حدیث کا ایک نیا رُوپ: ۲/ ۱۲۵۔

''اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے ہی کی کوئی کتاب یا کوئی علم ہی جو (اَنبیا علیہم السلام سے) روایت کیا جاتا ہو، میرے پاس لے آؤ۔''

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ سند کے بغیر روایت کا وجود ناممکن ہے۔

❁ اس آیت ِکریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے اِمام شوکانی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۵۰ھ فرماتے ہیں:

''یہ لفظ أثر کے مادہ سے ہے، جب کسی دوسرے سے کوئی بات نقل کی جائے تو اسی موقع پر أَثَرْتُ الْحَدِيثَ آثَرَةً، أَثَرَةً، أَثَارَةً أوْ أَثَرًا بولا جاتا ہے۔ عطا بن رباح رحمہ اللہ أَوْ أَثَارَةٍ کی تفسیر کرتے ہیں: أَوْ شَيْءٍ تَأْثُرُونَهُ عَنْ نَبِيٍّ كَانَ قَبْلَ مُحَمَّدٍ ﷺ یعنی ''یا کوئی ایسی چیز پیش کرو جس کو تم رسول اَکرم ﷺ سے پہلے کسی نبی سے روایت کرتے ہو۔''[1]

❁ اِمام مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ متوفی ۱۵۰ھ فرماتے ہیں:

أَوْ رِوَايَةٍ تَعْلَمُونَهَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلَ هٰذَا الْقُرْآنِ بِأَنَّ لَهُ شَرِيكًا.[2]

''یا اپنے شرک کے ثبوت میں اس قرآن کریم سے پہلے کے انبیا کرام علیہم السلام سے کوئی روایت پیش کرو۔

❁ اس آیت ِکریمہ کی تفسیر میں مطر الوراق کا ایک قول بھی ضعیف سند کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ سے مراد اسنادِ حدیث ہیں۔[3]

'سند' سنت کی روشنی میں

① سیدنا اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ، لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ »

[مقدّمة صحيح مسلم: ۸]

''آخری زمانے میں ایسے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی روایات لائیں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ ہی تمہارے باپ دادا نے، لہٰذا تم اُن سے دور

[1] فتح القدير: ۵/۱۴.
[2] تفسير مقاتل بن سليمان: ۳/ ۲۱۸.
[3] المحدّث الفاصل: ص۲۰۹، شرح علل التّرمذي: ۱/ ۳۶۳، قواعد التّحديث: ص۲۰۱، فتح المُغيث: ۳/ ۷.

رہنا، وہ تمہیں گمراہی اور فتنہ میں ہرگز مبتلا نہ کر دیں۔''

② صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت بیان کرتی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ » [صحيح البخاري: ١٠٤]

''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔''

درج بالا احادیثِ صحیحہ وصریحہ سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اس اُمت میں جھوٹے دجال اور جھوٹی و بے سروپا روایات گھڑنے والے ضرور پیدا ہوں گے اس لئے آپ ﷺ نے ایسے لوگوں سے محتاط و ہوشیار رہنے کی تاکید کی ہے اور ساتھ ساتھ اس آدمی کو جہنم کی وعید شدید بھی سنائی ہے جو دیدہ و دانستہ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہے، لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ راویانِ حدیث کے متعلق خوب چھان بین اور اسانید کی تحقیق و تفتیش کریں۔ اسی چھان بین اور تحقیق کا نام ہی تو 'علم الاسناد' ہے۔

③ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلِّغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَىٰ لَهُ مِن بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ »

''خبردار! یہاں موجود حضرات غیر حاضرین تک پہنچادیں، شاید کہ بعض جن تک وہ یہ اَحکام پہنچائیں وہ بعض سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں۔'' [صحيح البخاري: ٤٠٥٤، صحيح مسلم: ٣١٧٩]

مذکورہ حدیث میں غائب سے جہاں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں جو اُس وقت زندہ تھے مگر وہاں حاضر نہ تھے، وہاں اُن کے بعد آنے والی نسلیں بھی ہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اَحادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو من وعن تابعین عظام رحمہم اللہ تک پہنچایا، اُنہوں نے تبع تابعین تک اور پھر تبع تابعین نے اَئمہ حدیث تک، اسی طرح یہ سلسلہ سینہ بسینہ اور کتاب دَر کتاب ہم تک پہنچا۔

④ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رَسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« تَسْمَعُونَ وَيُسْمَعُ مِنكُمْ وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يَسْمَعُ مِنْكُمْ » [صحيح سنن أبي داؤد: ٣٦٥٩، مسند أحمد: ١/ ٣٢١، وقال أحمد شاكر: إسناده صحيح، ٢٩٤٧]

''تم (مجھ سے اَحادیث) سنتے ہو اور تم سے (احادیث) سنی جائیں گی اور پھر جن لوگوں نے تم سے سنا ہوگا اُن سے سنی جائیں گی۔''

- درج بالا حدیثِ مبارکہ کی شرح میں علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں خبر بمعنی اَمر ہے یعنی تم مجھ سے اَحادیث سنو اور میری طرف سے انہیں دوسرے لوگوں تک پہنچاؤ تاکہ بعد میں آنے والے اُن سے سن سکیں۔''[1]

- اِمام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یوں عنوان قائم کیا ہے:

ذِكرُ الإِخبَارِ عَن سَماعِ المسلمينَ السّننَ خلَف عَن سَلَف[2]

''پچھلے مسلمانوں کا پہلوں سے اَحادیث و سنن کا سماع کرنا اور انہیں آگے روایت کرنا۔''

اس سے ضمناً یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک سنت اور حدیث ایک ہی چیز ہے اور ان کے درمیان فرق کرنے والوں کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، یہ محض اُن کی ذہنی اِختراع ہے۔

- محدثِ کبیر علامہ اَلبانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یوں عنوان قائم کیا ہے:

حضّه ﷺ على سماع الحديث وروايته[3]

''نبی کریم ﷺ کا حدیث کے سماع اور روایت پر رغبت دلانا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک سندِ حدیث کی اَہمیت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک سند کا وجود تو ضرور تھا، لیکن اُس میں اس قدر چھان بین اور تحقیق و تفتیش نہیں کی جاتی تھی اور نہ ہی اُس وقت اس کی زیادہ ضرورت تھی کیونکہ وہ دَور اسلام کا سنہری دور تھا اور اس وقت کے لوگ اس اُمت کے بہترین لوگ تھے، وہ کذب و اِفترا سے کوسوں دور تھے، اُن کا دامن جھوٹ سے پاک ومبرا تھا اور وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی تکذیب بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ایک صحابی کسی

---

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داؤد: ٣/ ٣٦٠، طبع: نشر السّنة ملتان.

[2] صحيح ابن حبان: ١/ ٢٥٧.

[3] سلسلة الأحاديث الصحيحة: ١٧٨٣.

موقع پر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر آپ ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ سے مستفید ہوتا تو ان اَحادیث کو جوں کا توں اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچا دیتا جو وہاں موجود نہ ہوتے تو وہ سبّ اس صحابی کی بیان کردہ اَحادیث کو ضرور قبول کر لیتے تھے اور سند کی چھان بین اور تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ (اگرچہ اس کے باوجود بھی چند اَکابر صحابہ مثلاً سیدنا اَبو بکر و عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ روایتِ حدیث میں حد درجہ محتاط ہونے کی بنا پر سند کی تحقیق کیا کرتے تھے، جس کی تفصیل کچھ آگے آ رہی ہے۔)

* سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنا اور اپنے ایک پڑوسی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ ، يَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ.[1]

''ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باری باری حاضر ہوتے تھے، ایک دن وہ آتا اور ایک دن میں۔ جس دن میں آتا تھا اس روز کی وحی اور دوسرے اُمور کا حال اُس کو بتا دیتا تھا اور جس دن وہ آتا وہ بھی ایسا ہی کرتا تھا۔''

* سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

وَاللهِ! مَا كُلُّ مَا نُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَمِعْنَاهُ مِنْهُ وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ يَكْذِبُ بَعْضُنَا بَعْضًا.[2]

''اللہ کی قسم! ہم تمہیں رسول کریم ﷺ سے جو اَحادیث بیان کرتے ہیں وہ تمام ہم نے براہِ راست آپ ﷺ سے سنی نہیں ہوتیں، لیکن ہم لوگ ایک دوسرے سے جھوٹ نہیں بولتے تھے۔''

* سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا كُلُّ الْحَدِيثِ سَمِعْنَاهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، كَانَ يُحَدِّثُنَا أَصْحَابُنَا عَنْهُ، كَانَتْ تَشْغَلُنَا عَنْهُ رَعِيَّةُ الإِبِلِ.[3]

---

[1] صحيح البخاري: ٨٧.

[2] المعجم الكبير: ١/ ٢٤٦، مجمع الزّوائد: ١/ ١٥٤ وقال الهيثمي: رجالهُ رجال الصّحيح.

[3] مسند أحمد: ١٧٧٦٢، مجمع الزّوائد: ١/ ١٥٤ وقال الهيثمي: رجاله رجال الصّحيح

''ہم نے ہر حدیث (جو تمہیں بیان کرتے ہیں) براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی ہوتی بلکہ ہمارے دوسرے ساتھی نبی کریم ﷺ سے ہمیں اَحادیث بیان کیا کرتے تھے، کیونکہ اُونٹوں کا چرانا ہمیں آپ ﷺ سے مشغول کئے رکھتا تھا۔''

خلفائے راشدین کا سنہری دَور جاری و ساری تھا، تا آنکہ سیدنا عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دردناک سانحۂ وَقوع پذیر ہوا جس کے بعد خوارج، روافض اور ناصبی گمراہ فرقوں کا ظہور ہوا۔ دینِ اسلام کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں کے دَرمیان اِفتراق و اِنتشار ڈالنے کیلئے عبداللہ بن سبا یہودی اسلام کا ظاہری لبادہ اُوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں گھس گیا، وضعِ حدیث کا بازار گرم ہوا، کسی گمراہ فرقے نے اہلِ بیت کے فضائل و مناقب میں روایات وضع کرنا شروع کردیں اور کوئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر سب وشتم کرنے لگا۔ چنانچہ جو اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُس وقت بقیدِ حیات تھے اُنہوں نے اسنادِ حدیث کی داغ بیل ڈالی اور راوِیانِ حدیث کی باقاعدہ چھان بین اور جانچ پڑتال شروع ہوگئی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، اِبْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا فَلَمَا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ.[1]

''ہم پہلے جب کسی آدمی سے سنتے کہ وہ 'قال رسول اللہ ﷺ' کہہ رہا ہے تو ہماری نظریں فوراً اس کی طرف اُٹھ جاتیں اور ہم اپنے کانوں کو اس کی طرف جھکا دیتے تھے، مگر جب لوگوں نے ہر طرح کی حدیثیں روایت کرنا شروع کردیں تو ہم صرف اُن حضرات سے حدیث قبول کرتے جن کو ہم جانتے تھے۔''

❁ سیدنا محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا: سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ إِلَىٰ أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَىٰ أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ.[2]

---

[1] مقدمه صحيح مسلم مع شرح النّووی: ١/ ٧٦. [2] أيضًا: ١/ ٧٨.

’’پہلے لوگ (حدیث بیان کرنیوالوں سے) اِسناد کا مطالبہ نہیں کرتے تھے مگر جب سے فتنہ (شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ، خارجیت، رافضیت وغیرہ) رونما ہوا تو اُنہوں نے پوچھنا شروع کردیا کہ سند کے راوی بتاؤ تاکہ اگر تو وہ (راوی) اہل سنت سے ہو تو حدیث قبول کر لی جائے اور اگر وہ اہل بدعت سے ہو تو اس کی حدیث ردّ کردی جائے۔‘‘

المختصر یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث میں سند کی تحقیق و تفتیش کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اس کا کوئی خاص اِہتمام فرماتے کیونکہ انہیں ایک دوسرے پر کامل اعتماد اور بھروسہ تھا اور وہ ایک دوسرے سے کذب بیانی نہیں کرتے تھے، مگر اسکے باوجود سیدنا اَبو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بہرصورت حدیث کی تحقیق کا اِلتزام فرماتے تھے۔

آئندہ سطور میں ہم دو ایسے واقعات پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخین حدیث کے معاملہ میں اِنتہائی محتاط تھے:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا اَبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

وكَانَ أوّلَ مَنْ احْتَاطَ فِي قبُول الأخبَارِ.[1]

’’وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اَحادیث کو قبول کرنے میں اِحتیاط سے کام لیا۔‘‘

یعنی جب سیدنا اَبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کوئی ایسی حدیث سنتے جسے اُنہوں نے براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سُنا ہوتا تو اُس کی سند کی تحقیق کیا کرتے تھے۔

❁ اس کی مثال وہ واقعہ ہے جسے سیدنا قبیصہ بن ذوَیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’ایک جدہ (کسی شخص کی نانی یا دادی) سیدنا اَبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی وراثت کے متعلق سوال کرنے آئی تو اُنہوں نے فرمایا: کتاب اللہ میں آپ کیلئے کوئی حصہ مذکور نہیں ہے اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مجھے کوئی حکم معلوم ہے۔ آپ فی الحال واپس چلی جائیں میں صحابہ سے دریافت کروں گا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’کیا تمہارے علاوہ

---

[1] تذكرة الحُفّاظ: ١/ ٩.

کسی اور کو بھی یہ حدیث معلوم ہے؟ چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے بھی ویسے ہی کہا جیسے مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، پس سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دادی کیلئے اسی حکم کو نافذ کردیا۔'' [سنن أبي داؤد: ۲۵۰۷، جامع الترمذي: ۲۰۲۶، إرواء الغليل: ۱۶۸۰]

❁ دوسری مثال سیدنا اَبوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے، بیان کرتے ہیں:

''میں انصار کی ایک مجلس میں تھا کہ اَبو موسیٰ رضی اللہ عنہ وہاں گھبرائے ہوئے آئے، میں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کہنے لگے: ''میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں جا کر تین مرتبہ اِجازت طلب کی، لیکن مجھ کو اجازت نہیں ملی تو میں واپس لوٹ آیا (جب عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا) تو اُنہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ تم اندر کیوں نہیں آئے؟ میں نے کہا کہ میں نے تین بار اندر آنے کی اجازت مانگی تھی لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا لہٰذا میں واپس چلا گیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: « إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ » ''جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت طلب کرے تو اگر اسے اجازت نہ ملے تو اسے واپس لوٹ جانا چاہئے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! تمہیں اس حدیث کی صحت کیلئے کوئی گواہ لانا ہوگا (اَبو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مجلس والوں سے پوچھا) ''کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہو؟'' اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ وہ شخص گواہی دینے کیلئے جائے گا جو جماعت میں سب سے کم عمر ہے، سیدنا اَبوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور جماعت میں، میں ہی سب سے کم عمر آدمی تھا، چنانچہ میں فوراً کھڑا ہوگیا اور اَبو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا کہ واقعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے۔'' [صحيح البخاري: ۱۹۲۰، صحيح مسلم: ۴۰۰۶]

موطا اِمام مالک رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اَبوموسیٰ اشعری سے کہا کہ میں تم پر تہمت نہیں لگاتا ہوں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہ گھڑنے لگیں۔ [موطأ إمام مالك: ۱۵۲۰]

امام بخاری رحمہ اللہ روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

أرادَ عمَرُ التثبُّتَ لا أنَّهٗ لا يُجيز خبرَ الوَاحدِ . [صحيح البخاري: ٢/ ٩٢٣، درسی نسخہ]

''سیدنا عمرؓ صرف حدیث کی مضبوطی چاہتے تھے، یہ نہیں کہ وہ خبر واحد کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔''

تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثینؒ کے نزدیک سند کی اہمیت

ذیل میں ہم سند کی اہمیت کے متعلق تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثینؒ کے چند اَقوال اور واقعات پیش کرتے ہیں:

❶ قاضی عامر بن شراحیل الشعبيؒ متوفی ۱۰۴ھ

❁ اِمام عامر بن شراحیلؒ نے فاطمہ بنت قیسؓ سے کہا کہ آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے براہِ راست اُن سے سنی ہو اور نبی کریم ﷺ کے علاوہ اس حدیث کی سند کو کسی دوسرے کی طرف منسوب نہ کیجئے۔[1]

❁ عامر بن شراحیلؒ فرماتے ہیں کہ ربیع بن خثیمؒ نے کہا: ''جوشخص لَا إِلَـٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے گا، اُسے اتنا اور اتنا اَجر وثواب ملے گا۔'' میں نے ربیع بن خثیم سے کہا کہ یہ حدیث تمہیں کس نے بیان کی ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ عمرو بن میمونؒ نے، چنانچہ میں عمرو بن میمونؒ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن اَبی لیلیٰؒ نے، عامرؒ کہتے ہیں کہ میں عبدالرحمٰنؒ کے پاس گیا اور اُن سے پوچھا کہ آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ سیدنا اَبو اَیوب انصاریؓ نے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔[2]

یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ قاضی عامر بن شراحیل پہلے شخص ہیں جنہوں نے سند کے متعلق بحث وتحقیق کی تھی۔[3]

---

[1] صحيح مسلم مع شرح النّووي: ١٨/ ٦٣ [2] التّمهيد لابن عبد البرّ: ١/ ٥٥.

[3] المُحدّث الفاصل بين الرّاوي والواعي: ص٢٠٨

❷ تابعی جلیل امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ متوفی ۱۱۰ھ

محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے:

إنَّ هٰذا العلمَ دينٌ فَانظُروا عمَّن تأخُذونَ دِينَكم .[1]

''یہ علم دین ہے پس تم غور سے دیکھا کرو کہ کس شخص سے دین لے رہے ہو۔''

بعض روایات میں اس قول کی نسبت نبی کریم ﷺ اور بعض کئی اکابر صحابہ کی طرف بھی کی گئی ہے لیکن یہ تمام روایات سخت ضعیف ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ یہ کئی کبار تابعین سے منقول ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذه كلُّها عجائب مرفوعاً إلى النبيﷺ وعن الصّحابة رضى الله عنهم وهو عن التابعين أثبت .[2]

❸ امام انس بن سیرین رحمہ اللہ متوفی ۱۲۰ھ

یہ اِمام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے اور ثقہ محدث تھے، یحییٰ بن معین، اَبوحاتم رازی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے انہیں ثقہ کہا ہے۔[3]

حماد بن زید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم انس بن سیرین رحمہ اللہ کے پاس ان کی بیماری کی حالت میں گئے تو اُنہوں نے ہمیں نصیحت کرتے ہوئے کہا:

اتَّقُوا الله يا معشرَ الشَّباب! وانظُروا عمَّن تأخُذون هٰذه الأحاديثَ فإنَّها دينُكم .[4]

''اے نوجوانوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور غور سے دیکھا کرو کہ تم اَحادیث کن لوگوں سے لیتے ہو کیونکہ یہ تمہارا دین ہیں۔''

❹ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ متوفی ۱۲۵ھ

یہ سند کی تحقیق میں انتہائی سخت اور محتاط تھے، اِمام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أوّلُ من أسندَ الحديثَ ابنُ شهاب .[5]

---

[1] مقدمة صحيح مسلم: ص۱۵۔ [2] سلسلة الأحاديث الضّعيفة: ۵/۵۰۴، رقم: ۲۴۸۱.

[3] الجرح والتعديل: ۲/ ۲۸۸ رقم الترجمة: ۱۰۴۶، تهذيب الكمال: ۳/ ۳۴۸ .

[4] الكفاية في علم الرّواية: ص۱۲۲۔ [5] تقدمة الجرح والتّعديل: ص۲۰.

''اِمام زہری رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدیث کو باسند بیان کرنا شروع کیا۔''

❁ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

حدَّثَ الزُّهري يومًا بِحَديث، فَقلتُ: هاتِهِ بلا إسناد، قال: أَتَرْقَى السَّطحَ بلا سُلَّم؟[1]

''ایک دن اِمام زہری رحمہ اللہ نے ایک حدیث بیان کی، میں نے کہا: اسے بغیر سند کے بیان کیجئے۔ امام صاحب نے فرمایا: کیا تو چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا چاہتا ہے؟''

❁ عتبہ بن حکیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اسحاق بن اَبی فروہ کے پاس موجود تھے اور امام زہری رحمہ اللہ بھی وہاں موجود تھے، ابن اَبی فروہ نے کہنا شروع کیا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تو اِمام زہری رحمہ اللہ نے کہا:

قَاتَلَكَ الله يا ابنَ أبي فَروة! مَا أَجْرَأَكَ عَلَى اللهِ أَلَّا تُسْنِدَ حَدِيثَك، تُحدِّثُنا بأحاديثَ ليس لها خَطمٌ ولا أزمةٌ.[2]

''اے ابن اَبی فروہ! اللہ تجھے تباہ کرے تیری کس قدر بے باکی اور جسارت ہے کہ تو اپنی حدیث کی سند بیان نہیں کرتا؟ تو ہمیں ایسی احادیث بیان کررہا ہے جن کی نہ باگ و لگام ہے اور نہ ہی کوئی نکیل۔''

❁ نعمان بن راشد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام زہری رحمہ اللہ سے زید بن اَبی اَنیسہ کی ایک حدیث سنی، میں نے کہا: اے اَبوبکر! یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی ہے؟ امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: پہلے تم خود بتاؤ کہ تم نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ میں نے کہا: اہل کوفہ کے ایک آدمی سے۔ تب امام زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ تم نے اسے خراب کردیا کیونکہ اَہل کوفہ کی روایات میں بہت زیادہ فریب اور دھوکہ ہوتا ہے۔''

⑤ ہشام بن عروہ بن زبیر رحمہ اللہ متوفی ۱۴۵ھ

ان کے متعلق اَبوحاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثِقَةٌ إِمَامٌ في الحديث[3]

❁ ابن ابی الزناد رحمہ اللہ متوفی ۱۷۴ھ بیان کرتے ہیں:

---

[1] شرح علل التّرمذي: ۱/ ۳۶۱، سير أعلام النّبلاء: ۵/ ۳۴۷

[2] معرفة علوم الحديث: ص۶، كتاب المجروحين: ۱/ ۱۳۱ [3] الجرح والتّعديل: ۹/ ۶۳

''مجھے ہشام بن عروہ رحمہ اللہ نے کہا کہ جب تو ایسی حدیث بیان کرے جس کے متعلق تجھے یقین ہو (یعنی وہ حدیث واقعتاً صحیح ہو) پھر کوئی دوسرا شخص اس حدیث میں تیری مخالفت کرے تو تم اُسے کہنا کہ یہ حدیث تجھے کس نے بیان کی ہے؟ کیونکہ میں بھی جب کوئی ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جس میں کوئی دوسرا میری مخالفت کرتا ہے تو میں اُسے کہتا ہوں کہ بھائی! یہ حدیث تو مجھے میرے باپ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے بیان کی ہے، تمہیں یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ پس اسی سوال سے وہ خاموش اور لاجواب ہو جائے گا۔''[1]

❻ امام الجرح والتعدیل شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ متوفی ۱۶۰ھ

❋ سند کی اَہمیت کے متعلق ان کا مشہور قول ہے:

كلُّ حَديثٍ ليسَ فيه حدّثَنا أو أخبرَنَا فهو خلّ وبقل.[2]

''ہر وہ حدیث جس میں حَدَّثَنَا یا أَخْبَرَنَا نہ ہو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔''

❋ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ کو کہتے سنا:

إنَّما يُعلَم صحّةُ الحديثِ بِصِحّةِ الإسناد.[3]

''بلاشبہ حدیث کے صحیح ہونے کا علم سند کے صحیح ہونے سے ہی ہوتا ہے۔''

❋ مومل بن اسمٰعیل رحمہ اللہ متوفی ۲۰۶ھ امام شعبہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں:

كُلُّ حديثٍ ليس فيه حدثنا وأخبرنا فهو مثل الرَّجُل في الفُلاة مَعه البعيرُ لَيس لهٗ خطامٌ.[4]

''ہر وہ حدیث جس میں حدثنا اور أخبرنا نہ ہو اس کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جو وسیع بیابان میں ایسے اونٹ کے ساتھ ہو جس کی لگام و نکیل نہ ہو۔'' (یعنی اس کی یہ حالت خطرے سے خالی نہیں!)

❋ امام احمد رحمہ اللہ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ نے کہا:

''میں قتادہ رحمہ اللہ کی مجلس میں شریک ہوتا تھا، جب وہ کوئی چیز بیان کرتے تو میں کہتا کہ اسکی سند کیسی ہے؟ قتادہ رحمہ اللہ کے اِرد گرد بیٹھے ہوئے مشائخ کہتے کہ بس قتادہ رحمہ اللہ ہی

---

[1] المحدّث الفاصل: ص۲۱۰. [2] المحدّث الفاصل: ص۵۱۷، الكِفَاية: ص۲۸۳.
[3] التّمهيد: ۱/ ۵۷. [4] كتاب المجروحين: ۱/ ۲۷، سير أعلام النّبلاء: ۷/ ۲۲۵.

سند ہیں (یعنی ہمیں سند کی بجائے ان کا قول ہی کافی ہے) چنانچہ میں خاموش ہوجاتا۔ چونکہ میں ان کی مجلس میں بکثرت شریک ہوتا تھا اسلئے جب وہ کوئی چیز ذکر کرتے تو میں انہیں یاد دِلا دیا کرتا تھا، بالآخر قتادہ رحمہ اللہ نے میری حیثیت کو جان لیا، پھر اس کے بعد وہ جب بھی کوئی روایت بیان کرتے تو میرے لئے اس کی سند بھی ذکر کرتے تھے۔'' [1]

❼ اِمام اوزاعی رحمہ اللہ متوفی ۱۵۷ھ

اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ما ذهاب العلم إلا بذهاب الإسناد. [2]
''علم کا ختم ہونا سند کے ختم ہونے پر موقوف ہے (یعنی جب سند کی اَہمیت ختم ہوجائے گی تب علم بھی رخصت ہوجائے گا۔''

❽ اِمام سفیان ثوری رحمہ اللہ متوفی ۱۶۱ھ

سند کی اہمیت کے متعلق سفیان ثوری رحمہ اللہ سے یہ قول مروی ہے:
الإسناد سلاح المؤمن فإذا لم يكن معه سلاح فبأي شيء يقاتل. [3]
''سند مومن کا ہتھیار ہے، اگر اسکے پاس ہتھیار ہی نہ ہو تو کس چیز سے جنگ لڑے گا۔''
لیکن یہ قول باعتبارِ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی حسین بن الفرج ہے جس کے متعلق امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
كذَّاب يَسرِق الحديثَ. [4]

❾ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ متوفی ۱۸۱ھ

❁ سند کی اہمیت کے بارے میں ان کا مشہور قول ہے:
الإسنَادُ مِنَ الدّينِ، لَولَا الإسنادُ لَقالَ مَن شاءَ مَا شَاء، فإذا قِيلَ لهُ: مَن حَدَّثك؟ بَقِيَ. [5]
''سند دین کا حصہ ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جس کا جو جی چاہتا کہتا، تو جب اُس سے کہا جائے گا کہ تجھے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ تو وہ مبہوت اور ساکت ہو جائے گا۔''

---

[1] تقدمة الجرح و التّعديل: ص۱۶۶ [2] شرح علل التّرمذي: ص۳۶۰، التمهيد: ۱/ ۵۷.
[3] كتاب المجروحين: ۱/ ۲۷، شرح علل التّرمذي: ص۳۶۰.
[4] ميزان الاعتدال: ۱/ ۵۴۵، رقم: ۲۰۴۰، لسان الميزان: ۲/ ۳۰۷، رقم: ۲۸۱۰
[5] مقدّمة صحيح مسلم: ۱/ ۸۱، الكفاية: ص۳۹۳

- عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بيننا وبين القوم القوائم يعني الإسناد .

''ہمارے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان پائے ہیں یعنی سند۔''

درج بالا قول کی وضاحت مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ نے یوں کی ہے: ''یعنی جس طرح حیوان پاؤں کے بغیر تھم نہیں سکتا، اسی طرح حدیث بھی سند کے بغیر جم نہیں سکتی۔ پس اگر کوئی صحیح سند پیش کرے گا تو ہم اس کی حدیث قبول کریں گے بصورت دیگر ردّ کر دیں گے۔''[1]

- امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَثَلُ الَّذي يَطلُب أمرَ دينِهِ بلا إسنَادٍ كمَثَل الَّذي يَرتَقي السَّطحَ بلا سُلَّم[2]

''جو دینی بات کو بغیر سند کے حاصل کرتا ہے اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھتا ہے۔''

- اَبو اسحاق اِبراہیم بن عیسیٰ طالقانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے پوچھا کہ یہ حدیث کیسی ہے؟ إِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ أَنْ تُصَلِّيَ لِأَبَوَيْكَ مَعَ صَلوٰتِكَ وَتَصُومَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ ...... ''نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کیلئے بھی نماز پڑھو اور روزوں کے ساتھ ان کیلئے بھی روزے رکھو۔'' اُنہوں نے کہا: اے اَبو اسحاق! اس حدیث کو کون روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا: شہاب بن خراش۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا یہ ثقہ راوی ہے، کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا: حجاج بن دینار سے، ابن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ بھی ثقہ ہے، یہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا: وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتا ہے۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرمانے لگے: ''اے ابواسحاق! حجاج بن دینار اور نبی کریم ﷺ کے درمیان اتنے بڑے جنگل حائل ہیں کہ جن کو طے کرتے ہوئے سواریوں کی گردنیں کٹ سکتی ہیں، ہاں! صدقے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔[3]

---

[1] منّة المنعم في شرح صحيح مسلم: ۱/ ۳۶، طبع دار السلام ۱۹۹۹ء.

[2] شرف أصحاب الحديث، رقم: ۷۵، الكفاية: ص۳۹۳

[3] مقدمة صحيح مسلم: ۱/ ۸۲، شرح علل الترمذي: ۱/ ۳۵۹، الكفاية: ص۳۹۲.

⑩ امام یزید بن زُریع رحمہ اللہ متوفی ۱۸۲ھ

آپ ایک ثقہ محدث اور جلیل القدر امام تھے، [1] فرماتے ہیں:

لِكُلّ دينٍ فُرْسانٌ، وفُرسانُ هٰذا الدّينِ أصحَابُ الإسنَادِ. [2]

''ہر دین (کی حفاظت کیلئے) گھڑ سوار ہوتے ہیں اور دینِ اسلام کے گھڑ سوار اَصحاب الاسانید ہیں۔''

⑪ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ متوفی ۱۹۸ھ

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ سند کے بغیر حدیث بیان کرو تو فرمایا:

انظُروا إلىٰ هٰذا يأمُرني أن أصعَد فوقَ الْبيتِ بغير دَرجةٍ. [3]

''اس شخص کو دیکھو مجھے کہتا ہے کہ میں سیڑھی کے بغیر ہی مکان کی چھت پر چڑھ جاؤں۔''

⑫ إمام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ متوفی ۲۰۴ھ

سند کی اہمیت کے متعلق آپ سے مروی ہے:

مثل الَّذي يطلُب الحديثَ بِلا إسنَادٍ كمثل حَاطِب ليلٍ يَحمِل حزمةَ حطبٍ وفيهِ أفعىٰ وهو لا يدري. [4]

''سند کے بغیر حدیث طلب کرنیوالے کی مثال رات کو لکڑیاں چننے والے شخص کی سی ہے جو لکڑیوں کی گٹھڑی اُٹھاتا ہے لیکن نہیں جانتا کہ اس میں ایک سانپ بھی چھپا بیٹھا ہے۔''

⑬ امام حماد بن زید رحمہ اللہ متوفی ۱۷۹ھ

بقیہ بن ولید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے چند اَحادیث کے متعلق تبادلہ خیال کیا تو اُنہوں نے کہا: مَا أجْوَدَها لوكان لها أجنحة يعني أسنادًا [5]

''یہ اَحادیث کتنی عمدہ تھیں اگر اُن کے پَر (یعنی سندیں) ہوتے۔''

⑭ سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ متوفی ۱۴۷ھ

عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بسا اَوقات اعمش رحمہ اللہ کوئی حدیث بیان

---

[1] تهذيب الكمال: ۳۲/ ۳۹۲.

[2] شرف أصحاب الحديث: ۸۲، كتاب المجروحين: ۱/ ۲۷.

[3] الكفاية: ص۳۹۳.

[4] فتح المغيث للسخاوي: ۳/ ۷، الإسناد من الدّين لأبي غدّة: ص۲۰.

[5] فتح المغيث: ۳/ ۷

کرتے، پھر کہتے کہ 'راس المال' تو اَبھی باقی ہے، پھر سند بیان کرتے۔[1]

⑮ عبداللہ بن طاہر رحمہ اللہ (اَمیر خراسان) متوفی ۲۳۰ھ

اسحاق بن ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن طاہر نے مجھ سے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا، میں نے بغیر سند کے ہی حدیث بیان کردی تو اُنہوں نے کہا:

روایة الحدیث بلا إسناد من عمل الزّمني، فإنَّ إسناد الحدیث کرامة مِن الله لأمّةِ محمّد ﷺ .[2]

''سند کے بغیر حدیث بیان کرنا بیمار لوگوں کا کام ہے کیونکہ حدیث کی سند اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کیلئے ایک خاص اعزاز اور نعمت ہے۔''

⑯ اَبوسعید الحداد رحمہ اللہ

فرماتے ہیں: الإسنادُ مثلُ الدّرجِ ومثلُ المَراقي، فإذَا زَلَّتْ رِجلُك عن المِرقَاة سقَطتَ، والرّأي مثل المرج .[3]

''سند کی مثال سیڑھی اور زینہ کی ہے، جب سیڑھی سے تمہارا پاؤں پھسلے گا تو تم گر جاؤ گے اور رائے فتنہ اور التباس کی مثل ہے۔''

⑰ إمام ابن حبان بستی رحمہ اللہ متوفی ۳۵۴ھ

فرماتے ہیں: وَلَوْ لَمْ یکُنِ الإسنادُ وطلبُ ھٰذا الطائفةِ لَهٗ لَظَهَر في ھٰذه الأمّة من تَبدِیل الدّین مَا ظهَر فِي سَائِر الأمَم ......[4]

''اگر سند نہ ہوتی اور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کو طلب نہ کرتے تو اس اُمت میں بھی دین میں تبدیلی ہو جاتی جیسے باقی اُمتوں میں ہوئی ہے......''

⑱ إمام اَبوعبداللہ حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ متوفی ۴۰۵ھ

فرماتے ہیں: فلَوْلا الإسنادُ وطَلبُ ھٰذهِ الطَّائفَةِ لهٗ وکَثرةُ مُواظَبتِھم علیٰ حفظِه لدَرَسَ منارُ الإسلام ولتَمکّن أهلُ الإلحادِ والبِدَع فیه بِوَضع

---

[1] کتاب المجروحین: ۱/ ۲۷.

[2] المواهب اللّدنیة: ۷/ ۴۷۵، أدب الإملا والاستملاء: ص۶.

[3] الکفایة: ص۳۹۳. [4] کتاب المجروحین: ۱/ ۲۵.

الأحاديثِ وقَلْب الأسانيدِ، فإنَّ الأخبارَ إذَا تعرَّتْ عن وُجودِ الأسانيدِ فيها كانت بَتْرا .[1]

''پس اگر سند نہ ہوتی اور یہ طائفہ منصورہ یعنی محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی طلب وجستجو اور حفظ وتحقیق کا اہتمام نہ کرتے تو اسلام کے روشن اور تابناک نقوش مٹ جاتے اور ملحدین ومتبدعین کو جھوٹی روایات گھڑنے اور سندوں کو اُلٹ پلٹ کرنے کیلئے قوت حاصل ہوجاتی اور وہ اپنے قدم مضبوطی سے گاڑ دیتے کیونکہ وہ اخبار واَحادیث جو اَسانید سے خالی ہوتی ہیں، ناقص اور دُم بریدہ ہوجاتی ہیں۔''

⑲ اِمام یحیٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ المتوفی ۱۹۸ھ

آپ سے سند کی اَہمیت کے متعلق درجِ ذیل قول مروی ہے:

لا تَنظُروا إلى الحَديثِ وَلٰكنِ انظرُوا إلى الإسناد، فإنْ صحّ الإسنادُ، وإلَّا فلا تَغْترُّوا بالحديث إذا لم يصحّ الإسنادُ .[2]

''حدیث کو نہ دیکھو لیکن سند کو دیکھو، اگر سند صحیح ہے تو فبہا اور اگر سند صحیح نہیں ہے تو حدیث سے فریب مت کھاؤ''

قارئین کرام! آخر میں ہم اَبو المناقب محمد بن حمزہ علوی رحمہ اللہ کے کچھ اشعار پیش کرتے ہیں جو اُنہوں نے محدثین کرام رحمہم اللہ کی عظمتِ شان اور سند کی اَہمیت کے متعلق کہے تھے:

عَلَيْكُمْ بِأَصْحَابِ الْحَدِيثِ فَإِنَّمَا
مَحَبَّتُهُمْ فَرْضٌ لِذِي الدِّينِ وَ الْعَقْلِ
رُعَاةُ حَدِيثِ الْمُصْطَفَىٰ وَ رُوَاتُهُ
لِحِفْظِهِمُ الإِسنَادَ بِالضَّبْطِ وَ النَّقْلِ
وَإِثْنَاءُهُمْ ذِكْرَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ﷺ
عَلَيْهِ سَلَامُ اللهِ فِي الْكُتُبِ بِالْعَقْلِ
فَكُلُّ حَدِيثٍ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مُسْنِدٌ
إِلَىٰ مُسْنِدٍ فَالْخَلُّ ذَاكَ وَ كَالْبَقْلِ

[1] معرفة علوم الحديث: ص٦.
[2] سير أعلام النبلاء: ۹/ ۱۸۸.

''تم اصحاب الحدیث کو لازم پکڑ لو، یقیناً ہر دین دار اور عقل مند کیلئے اُن سے محبت کرنا فرض ہے۔ کیونکہ وہ حدیثِ مصطفیٰ ﷺ کے محافظ اور نگہبان ہیں اور سندوں کو بڑی احتیاط اور توجہ سے حفظ کر کے حدیث روایت کرتے ہیں۔ وہ بطیبِ نفس کتابوں میں نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجتے اور آپ ﷺ کا ذکرِ خیر اور تعریفیں کرتے ہیں۔ پس جس حدیث کی سند موجود نہ ہو وہ بے فائدہ ہے۔''[1]

☆ ...... ☆ ...... ☆

عراقی بچے کا پیغام

اِک عراقی بچے نے یہ بش سے کہا — نہ کر ہم معصوموں پر ظلم کی انتہا
بنالے جتنے مرضی تو شیطان اتحادی — تمام ڈالری یاروں سمیت ہوگی تری بربادی
ہوجائیں گے تیرے کروز اور ڈیزی کٹر فیل — مل نہ پائے گا تجھے اِک بوند بھی تیل
سن لے مجھ سے میرے رہبر کا پیغام — ہو جائیں گے ترے سب منصوبے ناکام
کتنی دیر تو اور تیرے اتحادی لڑیں گے — جھوٹے باز آجا ورنہ بڑے جوتے پڑینگے
کیا کرے گا ختم تو دُنیا سے دہشت گردی — خود تونے پہن رکھی ہے ظلم کی وردی
واضح ہوگیا ہے دنیا پر تیرا کردار — دُنیا بھر کے دہشت گردوں کا ہے تو سردار
ظلم کی جو آندھی چلائی ہے تو نے — ہر طرف پھیلائی جو تباہی ہے تو نے
لاکھوں انسانوں کا قاتل ہے تو — بچ نہیں پائے گا عذاب الٰہی سے تو
ان شاء اللہ ہر طرف ہوگا اسلام کا اُجالا — ہو گا ابن شیطان منہ تیرا کالا
عراقیوں کی دُعائیں مولا تو پوری کر دے — مومنوں کے دل میں پیدا جذبہ شبیری کر دے

انتخاب: حافظ عبد المجید اوکاڑوی (شعبۂ اِتقان)

---

[1] أدب الإملاء والاستملاء: ص ۷۔